# مرثیۂ غالب

مولانا الطاف حسین حالی کی نظم ''مرثیہ غالب'' رثائی ادب اور خاص طور پر شخصی مرثیوں میں اپنے اعلیٰ فن، حسن بیان، جدت ادا، ندرت معنی، چستی الفاظ اور حسین و نادر تراکیب و تشبیہات کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔ یہ نظم اس دور کی تخلیق ہے جب لکھنوی معاشرت میں مرثیہ کے دو امام مرزا دبیر اور میر انیس کے مرثیہ گوئی کے عروج کے بعد صنف مرثیہ پر زوال کے کہر آلود بادل چھا چکے تھے۔ واقعات کربلا کو مرثیہ کے ان ہر دو شعراء نے جس طرز بیان اور قدرت بیان سے عروج بخشا تھا اب اس میں کوئی دوسری گنجائش نظر نہیں آرہی تھی۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی سیاست میں انقلاب پیدا ہونے کے ساتھ سماج، زندگی اور ادب ہر شعبہ جات میں فطری تبدیلی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ماضی کی روایات ہی پر حال کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نیا ادب نئے موضوعات کے تحت تخلیق کیا جانے لگا۔ شخصی مرثیہ بھی غدر کے بعد نئے ادب کو فن کے حسن و جمال سے متعارف کرنے میں ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس طرح شخصی مرثیہ میں حالی وہ شاعر ہیں جنھوں نے اس صنف کو پہلی بار فن کے جملہ کوائف سے مزین کر کے ادب میں داخل کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ ادب میں حالی کی ذات دوسرے شاعروں سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ ادب کے بہت سے چشمے انھیں کے ذات سے نکلتے ہیں اور ہر ایک میں انھوں نے اپنا نقش چھوڑا ہے۔ شخصی مرثیوں میں یہ بات بلا خوف کہی جاسکتی ہے کہ اردو شاعری حالی کے مرثیۂ غالب کا جواب ابھی تک پیدا نہ کر سکی۔ مرثیہ کی اہمیت اس لیے اور بڑھ جاتی ہے کہ غالب کا مرثیہ کسی فرد کا مرثیہ نہیں ہے بلکہ شعر و ادب کا ماتم ہے۔ اس



تہذیب کا ماتم ہے جس کی بساط غالب کے مرجانے کے بعد اٹھ گئی ہے۔ حالی نے غالب کی ذات، صفات اور کمالات کو دس بند میں پیش کیا ہے۔ پہلے بند میں زندگی اور موت کی کشمکش اور موت کے ایک متعین روپ میں تاریخ کی مختلف شہادتوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ دوسرے بند میں دنیا اور دنیا سے محبت، اور دنیا کی بے ثباتی کا ذکر موت اور فنا کے مساوی بیان کیا ہے۔ اور تیسرے بند میں غالب کی موت اور اس کے بعد درد و غم کا جو ایک طوفان آن کھڑا ہے اس کا ذکر آخری بند تک غالب کی شخصی خوبیوں، اخوت، ہمدردی، ہر دلعزیزی اور فنی کمالات اور نثر و نظم کی انفرادی خصوصیت کو سامنے رکھتے ہیں۔ انھیں یاد کرتے ہیں اور اپنے دلی اور جذباتی غم کا اظہار کرتے ہیں۔

غالب کی موت کا صدمہ حالی کے لیے جاں کاہ تھا۔ یہی سبب ہے کہ اکثر جگہ شدت جذبات پر قابو نہیں پاسکے ہیں۔ پڑھتے وقت اس مرثیہ میں شروع سے آخر تک ایک ہی تاثر قائم رہتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسٹیج پر مختلف سین دکھائے جارہے ہیں۔ وحدت تاثر میں حرف مشترک کی طرح قائم ہے بلکہ ایک ماہر فن کار مصور کی طرح انھوں نے موقع کے اعتبار سے کہیں رنگوں کو گہرا اور کہیں ہلکا اور سبک کردیا ہے تاکہ تصویر فطرت سے قریب ہو جائے۔

مرثیہ میں مبالغہ کی منزل سب سے مشکل ہوتی ہے۔ عقیدت کے جذبات مبالغہ کا مطالبہ کرتے ہیں مگر حالی مرثیہ غالب میں اس منزل سے دامن بچا کر نکل گیے ہیں۔ غالب کو شاعری اور نثر میں جو امتیاز حاصل تھا اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالی نے سوانح کے لیے اپنا ممدوح غالب کو چنا تو غلط نہ تھا۔ ان کو غالب کے ادبی مرتبے کا اندازہ تھا۔

نثر حسن و جمال کی صورت
نظم فتح و دلال کی صورت

میں انھیں خصائص کا ذکر کیا گیا ہے۔

جو لوگ غالب کی زندگی اور شاعری سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ صرف عظیم شاعر ہی نہیں تھے بلکہ نکتہ سنج اور شعر فہمی میں بھی ان کو اپنے ہم عصروں میں ایک امتیاز حاصل تھا۔

اس مرثیہ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ غالب کی شخصیت کی پوری تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ سادگی نے شعریت کو کہیں مجروح نہیں ہونے دیا ہے۔ صداقت مبالغہ سے دامن بچا کر نکل گئی ہے۔ استعارے اور تشبیہوں نے ایک طرف شعر میں حسن پیدا کر دیا ہے اور دوسری طرف ایک بڑے خیال کو چند فقروں میں سمو دیا ہے۔ الفاظ کے انتخاب نے اشعار میں موسیقی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اس مرثیہ نے مستقبل کے شخصی مرثیوں کے لیے راستے صاف اور ہموار کر دیئے۔